بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الوعظ والتذکیر

سلسلہ اِشاعت: (۵۲)

دین میں غلو سے بچیں!

خطاب:

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

اُستاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

جمع وضبط:

(مفتی) عبدالرحمٰن قاسمی بنگلوری

مدرسہ دارالتوحید بنگلور

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ. [الذٰریٰت: ۵۵]
(اور مسلسل نصیحت فرماتے رہیے؛ کیوں کہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے)

کتاب الوعظ والتذکیر

سلسلہ اِشاعت: (۵۲)

- موضوعِ خطاب : دین میں غلو سے بچیں!
- خطاب : حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
- مقام : جامع مسجد لوناواڑا گجرات
- تاریخ : ۱۸؍صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۶؍ستمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعہ
- دورانیہ : ۴۰؍منٹ تقریباً
- جمع وضبط : (مفتی) عبدالرحمٰن قاسمی بنگلوری

آڈیو بیانات سننے کے لئے درج ذیل ویب سائٹ ملاحظہ کریں:

www.attablig.com/MUFTI-SALMAN

(مولوی محمد جنید پٹیل، جامعہ حقانیہ کٹھور، گجرات)

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ، ومن یضلل فلا ھادي لہٗ، ونشھد أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ، ونشھد أن سیدنا وحبیبنا وسندنا وشفیعنا وإمامنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تبارک وتعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ وذریاتہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا، أما بعد. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَاتَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ﴾ [المائدۃ: آیت:]

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَلِيُّ الْعَظِیْمُ.

محترم بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور فضل وکرم ہے کہ اُس نے ہمیں کامل ومکمل دین عطا فرمایا ہے، جس میں اپنی طرف سے نہ تو اِضافہ کی گنجائش ہے اور نہ کمی کی، اَب قیامت

تک یہی دین باقی رہنے والا ہے اور اِسی پر اُخروی نجات کا مدار ہے۔

اِس عظیم نعمت کے حصول میں ہماری کسی محنت اور خواہش کا دخل نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم نے دنیا میں آنے سے پہلے کوئی فارم بھرا ہو، یا کوئی ریزرویشن کرایا ہو، یا اور کوئی انتظام کیا ہو کہ ہمیں دینِ اسلام سے وابستہ کر کے دنیا میں بھیجا جائے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے از خود ہمارا انتخاب فرمایا ہے۔

اور ہمارے لئے دین کا حصول اِس طرح آسان فرمایا کہ ہمیں ایسے گھرانے میں پیدا کیا جو پہلے سے دینِ اسلام سے وابستہ ہے، خدانخواستہ اگر ہماری پیدائش مسلمانوں کے علاوہ کسی اور گھرانے میں ہوتی تو اِس نعمت کا حصول کس قدر دشوار ہوتا؟ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

اِس لئے کہ دنیا میں سب سے زیادہ مشکل اور پہاڑ سے زیادہ بھاری کام یہ ہے کہ آدمی اپنا مذہب تبدیل کر لے۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ نعمت بغیر کسی مشقت کے عطا فرمائی، اِس پر دن رات، صبح وشام، اور اُٹھتے بیٹھتے شکر اَدا کرنا ضروری ہے۔

فکرِ صحیح پر اِستقامت

اور پھر یہ بھی لازم ہے کہ جو دین ہم تک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، تبعِ تابعین، ائمۂ کرام اور فقہاء کے واسطے سے پہنچا ہے، ہم اُسی دین پر ثابت قدم رہیں، اُس سے ذرہ برابر اِدھر اُدھر نہ ہوں، کامل کامیابی کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔

اِس کے لئے ہمیں دین پر ثابت قدم رہنے کے ساتھ ساتھ اِس کا جائزہ بھی لیتے رہنا ہوگا کہ ہم اہلِ حق اور علماءِ اہلِ سنت والجماعت سے وابستہ ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرقۂ ناجیہ ہونے کی بشارت عطا فرمائی ہے کہ ویسے تو کامل مسلمان ہونے کا دعویٰ بہت سے لوگ کریں گے اور کرتے رہے ہیں؛ لیکن جو معیار آپ علیہ السلام نے مقرر فرمایا جو اُس پر پورا اُترے گا وہی کامل اور سچا مسلمان کہلائے گا۔ اور

وہ معیار ہے: ”مَاأَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِيْ“۔ (سنن الترمذي / باب ما جاء في افتراق هذه الأمة رقم: ٢٦٤١) یعنی اُس دین پر قائم رہو جس پر خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت قدم رہے، اور جس پر حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چلتے رہے۔

اگر اِن دونوں چیزوں کو آدمی مضبوطی سے لازم پکڑے گا تو اِن شاء اللہ ہر طرح کی کوتاہی اور زلّات سے محفوظ رہے گا۔

دنیا کتنی ہی آگے نکل جائے؟ اور کیسی ہی ترقیات ہو جائیں؟ لیکن اِسلام کی ترقی دَورِ اول کے نقوش پر عمل پیرا ہونے میں ہی مضمر ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

فضول سمجھ کر بجھادیا ہے جن چراغوں کو
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

وہ چراغ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چراغ ہیں، جو مشکوٰۃِ نبوت سے براہِ راست فیض یاب ہونے والے اور روشنی حاصل کرنے والے ہیں، اُنہی چراغوں کو جب تک جلایا جاتا رہے گا تو کائنات میں روشنی رہے گی۔ اور اگر اِن چراغوں سے اُمت کی وابستگی نہ رہے، تو پورے عالم میں اندھیرا پھیل جائے گا، نعوذ باللہ من ذلک۔

غلو فی الدین

اور اللہ تعالیٰ نے ہماری تنبیہ کے لئے پُرانی قوموں بالخصوص بنی اسرائیل کے اَحوال قرآنِ کریم میں بکثرت بیان فرمائے ہیں؛ تاکہ اُمت محمدیہ اُن اَقوام میں دَر آنے والی خرابیوں سے بچنے کی فکر اور کوشش کرے۔ اور اُس راستے پر نہ چلے جس پر چل کر وہ قومیں گمراہ ہوئیں اور ہلاکت کی مستحق بنیں۔

اِن اَقوام میں ویسے تو بہت سی خرابیاں تھیں؛ لیکن ایک بہت بڑی بیماری اور روگ جس نے اُن کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا، اور بے جان بنا دیا تھا، وہ ”غلو فی الدین“ کی بیماری تھی۔ یعنی دین کے معاملے میں حدود پر قائم نہ رہنا۔

مثال کے طور پر سیدنا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عیسائیوں نے اِفراط سے کام لیا، اُن کو اِتنا آگے بڑھایا کہ خدا کے درجے میں رکھ دیا، یہ اِفراط میں غلو ہے۔

حالاں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں۔

اللہ نے اُنہیں بغیر باپ کے وجود بخشا۔

اور اُن کے ذریعہ سے اپنی قدرتوں کا مظاہرہ فرمایا کہ:

بے جان چیز میں جان ڈال دی۔

پیدائشی مادرزاد نابینا کے لئے دعا کر دی تو وہ دیکھتا ہوا بن گیا۔

کوڑھ کے مریض کے لئے دعا کر دی تو وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔

مٹی کا پرندہ بنا کر اُس پر دم کر دیا تو وہ اُڑتا ہوا چلا گیا۔

تو عیسائیوں نے اِن باتوں کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی خدا ہیں، اور اصل رب العالمین اور اُس کے اَحکامات کو فراموش کر دیا۔

حالاں کہ یہ سب اختیارات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس نہ تھے؛ بلکہ اُن سے جو بھی نشانیاں ظاہر ہوئیں، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کاملہ کی مظہر تھیں؛ مگر عیسائی لوگ خلاّقِ دوجہاں کو بھول گئے، اور جو آنکھوں سے نظر آ رہا تھا اُسی میں پڑ گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے درجہ میں رکھ دیا، جو سراسر شرک تھا، اور ”غلو مفرط“ کا اثر تھا۔

اِس کے برخلاف یہودیوں نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تفریط میں غلو کیا، اور اُن کی والدہ مطہرہ حضرت مریمؑ پر بے بنیاد اِلزامات لگائے؛ حتیٰ کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئے، نعوذ باللہ۔

تو یہ تفریط وتنقیص میں غلو کی بات تھی، جس کے یہودی مرتکب ہوئے۔

نیز یہود ونصاریٰ نے توریت اور انجیل میں کتر بیونت کر دی، احکامات بدل دئے، اور معانی میں تحریف وتبدیلی کر ڈالی؛ گویا کہ دین کو اپنی مٹھی میں لے لیا کہ جب چاہا، جدھر چاہا موڑ دیا،

اور جو چاہا فتویٰ جاری کر دیا، نعوذ باللہ من ذلک۔

لیکن اِسلام میں اِس کی کوئی گنجائش نہیں ہے؛ کیوں کہ اِسلام میں نہ تو اِفراط ہے اور نہ تفریط ہے۔

اِسلام ایک کامل مکمل اور جامع دین ہے۔

قرآنِ پاک میں آخری حج کے موقع پر میدانِ عرفات میں یہ اعلان کیا جاچکا ہے کہ:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾

[المائدۃ، جزء آیت: ۳] (یعنی آج میں نے تمہارا دین تم پر مکمل کر دیا، اور جو نعمت مجھے اِنسانیت کو عطا کرنی تھی وہ تام کر دی، اور اَب مَیں تم سے صرف دینِ اسلام سے راضی ہوں)

تو جب دین کامل ہے تو اَب کسی بھی معاملے میں ہمیں اپنی طرف سے ذرہ برابر بھی اِضافہ یا کمی کرنے کی اِجازت نہیں ہے۔

ہر عمل کو اپنے درجہ پر رکھیں!

علماء لکھتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلف صالحین اَکابر اُمت نے دلائل کی روشنی میں جس عمل کی جو حیثیت متعین کر دی ہے، اُس عمل کو اُسی حیثیت پر رکھنا لازم ہے، اگر اُس میں کمی بیشی کی جائے گی، تو وہ درست نہ ہوگی۔ مثلاً جو عمل فرض ہے، اگر اُسے فرض نہ سمجھا جائے تو یہ تفریط میں غلو ہوگا۔

اِسی طرح جو عمل سنت کے درجہ کا ہے اُس کو اگر فرض یا واجب قرار دے دیا جائے، تو یہ افراط میں غلو ہو جائے گا وغیرہ۔

الغرض فرض کو فرض کے درجے میں رکھنا ہے، اور سنت کو سنت کے درجے میں رکھنا ہے، کسی کی حیثیت میں نہ زیادتی کرنی ہے اور نہ کمی۔

سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا اِرشاد

کتبِ حدیث میں ایک موقع پر سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ اِرشاد

بھی منقول ہے کہ:

’’تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے، یعنی یہ ضروری نہ سمجھے کہ وہ نماز کے بعد صرف دائیں طرف ہی رخ کرے گا؛ کیوں کہ میں نے اکثر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بائیں طرف رخ کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے‘‘۔ (مسلم شریف ۱/۲۴۷ رقم: ۷۰۷، بخاری شریف ۱/۱۱۸ رقم: ۸۵۲)

مطلب یہ ہے کہ نماز باجماعت کے بعد امام کسی جانب بھی رخ کر کے بیٹھ سکتا ہے؛ لیکن کسی ایک جانب کو ضروری سمجھنا غلو اور بدعت ہوگا۔ (شرح النووی علی مسلم ۱/۲۴۷)

سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی مذکورہ بالا تنبیہ غلو آمیز باتوں کی تردید میں ایک مستقل اُصول کی حیثیت رکھتی ہے، جس کو ہر موقع پر پیش نظر رکھنا چاہئے۔

آج علماء دیوبند جو اِس خطے میں ’’اہل سنت والجماعت‘‘ کے اصل مصداق ہیں، اُن کا اہل بدعت سے بنیادی اختلاف یہی ہے کہ اہل بدعت دین میں حدود پر قائم نہیں ہیں؛ بلکہ غلو کا شکار ہیں۔

بلاشبہ ہم یہ مانتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغمبر اور تمام انبیاء کے سردار ہیں، اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے اَفضل ترین بندے ہیں، یہ سب کچھ اپنی جگہ؛ لیکن آپ کے لئے کوئی ایسی صفت ثابت نہیں کی جاسکتی جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو؛ گویا کہ حضورؐ: حضور ہیں، اور اللہ: اللہ ہے۔ دونوں کو اپنے اپنے مقام پر رکھنا ضروری ہے، اِس بارے میں حد سے تجاوز سراسر غلو اور نامنظور ہے۔

اِسی طرح فقہاء نے بہت سے مسائل لکھ دیے ہیں، اَب اُن میں سے اگر کسی مستحب عمل کو ایسا ضروری سمجھ لیا جائے کہ جو اُس پر عمل نہ کرے، اُسے اِسلام ہی سے خارج مان لیا جائے، اور اُس پر سخت نکیر کی جائے، تو ایسی غلو والی باتیں برداشت نہیں کی جائیں گی، اور اُن سے بچنا ضروری ہوگا؛ لہٰذا ہمیں اپنے اِردگرد اِس بات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہم دین کے نام پر کہیں غلو کا اِرتکاب تو نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ہم جائزہ لے کر اپنی اصلاح کرتے رہیں گے تو راہِ حق پر قائم رہیں گے، اور اگر اِس بات کی طرف سے نظر ہٹ جائے گی تو خدانخواستہ گمراہی کا دروازہ کھل جائے گا۔

دین کی بقا کے شعبے اور اُن میں غلو سے احتراز

دنیا میں دین کی بقا کے لئے بہت سی چیزیں ضروری ہیں۔ مثلاً: علم دین کی اِشاعت، لوگوں میں دینی بیداری پیدا کرنا، اور جہاں دین پر آنچ آئے تو حکمت عملی کے ساتھ اُس کا دفاع کرنا، یہ سب کام مجموعی طور پر ضروری ہیں۔

لیکن اِن کاموں کو انجام دینے کے لئے زمانے کے تقاضوں کے اعتبار سے جو طریقہ یا نہج متعین کیا جائے گا، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے لازمی اور مقصود نہیں ہے۔ پس اگر اصل مقصد سے ہٹ کر اِنہیں متعین کردہ طریقوں پر محنت کی جانے لگے، اور اُن کے علاوہ طریقوں کو نظر انداز کر کے اُن کی اہمیت کو گھٹایا جائے، تو یہ غلو ہوگا، جو دین کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

مثلاً: اَمر بالمعروف؛ یعنی نیکیوں کو پھیلانا اور نہی عن المنکر؛ یعنی بُرائیوں پر روک ٹوک کرنا مجموعی طور پر پوری اُمت کی ذمہ داری ہے؛ لیکن قرآن وسنت میں اِس کام کو انجام دینے کے لئے کوئی ایسا خاص طریقہ متعین نہیں کیا گیا ہے کہ اُس کے علاوہ کی گنجائش نہ ہو؛ بلکہ کام کرنے والوں کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

پس یہ محنت انفرادی بھی ہوسکتی ہے اور اجتماعی بھی۔ تقریری بھی ہوسکتی ہے اور تحریری بھی۔ اور ہر زمانے کے اعتبار سے اُس کا نظام الگ بھی ہوسکتا ہے؛ لیکن اگر ہم اپنے دل میں یہ بات بٹھالیں کہ جس طریقے اور نہج پر ہم کام کررہے ہیں وہ تو دین ہے، اور جو دوسرا کررہا ہے وہ دین نہیں ہے، تو یہ غلو ہے۔ اگر یہ نظریہ رکھا جائے گا تو اُمت محدود ہوتی چلی جائے گی، اور دین سمٹتا چلا جائے گا، اور لوگوں کے درمیان دیواریں کھنچ جائیں گی ممکن ہے آج اِس کا پورا اندازہ نہ ہو؛ لیکن مستقبل میں اِس کی خرابیاں سامنے آئیں گی اور آرہی ہیں۔

اِس لئے خود کام ضرور کریں۔

مدرسے والے بھی کریں۔

دعوت وتبلیغ والے بھی کریں۔

اور جو بنی اپنی جگہ پر کفار اور دشمنان سے مقابلہ کر رہے ہیں وہ بھی کریں۔

جو تصنیف میں لگے ہوئے ہیں وہ تصنیف میں لگے رہیں۔

اور جو اور کوئی کام کر رہے ہیں وہ بھی کرتے رہیں۔

لیکن...... دوسرے کے کام کو ہلکا نہ سمجھیں اور سب کے لئے اُس کو ضروری نہ سمجھیں۔

اگر سب کے لئے اپنی ہی ترتیب کو ضروری سمجھا جائے گا تو یہی غلو ہوگا، جس سے بچنا ضروری ہے۔

مرض کی تشخیص

بیماری کا علاج جبھی ہوتا ہے جب آدمی مرض کو مرض سمجھے، اس احساس کے بغیر اچھے سے اچھا ڈاکٹر بھی علاج نہیں کرسکتا، اِس لئے پہلے مرض کا احساس اور اُس کی تشخیص ضروری ہے، اُس کے بعد علاج مؤثر ہوگا۔

چناں چہ قرآنِ پاک نے درج ذیل آیت میں ہمیں اِسی جانب متوجہ کیا ہے۔

اِرشادِ خداوندی ہے: ﴿قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَاتَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ (یعنی اے پیغمبر علیہ السلام! آپ کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! دین میں ناحق غلو مت کرو)

مفسرین کہتے ہیں کہ آیت میں ﴿غَيْرَ الْحَقِّ﴾ جو قید ہے یہ تاکید کے لئے ہے؛ اِس لیے نہیں ہے کہ کوئی غلو حق بھی ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ کوئی غلو حق نہیں ہے، بلکہ ہر غلو ناحق ہے۔

پھر فرمایا: ﴿وَلَاتَتَّبِعُوْآ اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۷۷] (یعنی ایسے لوگوں کے نقشِ قدم پر مت چلو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے اور اُنہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور خود بھی راہِ حق سے ہٹ گئے)

مفسرین لکھتے ہیں کہ اِس آیت میں مخاطب تو اہلِ کتاب کو بنایا گیا ہے؛ لیکن دراصل پیغام پوری اُمت کو دیا گیا ہے، کہ سب لوگ دین میں غلو سے بچیں اور اُس ہلاکت خیز راستے سے محفوظ رہیں، جس کی وجہ سے پرانی اُمتیں تباہ اور گمراہ ہوئیں۔

اِس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم علماءِ حق سے وابستہ رہیں، غلو فی الدین سے بچیں، اپنا محاسبہ کریں، اور جو شخص بھی دنیا میں دین کے لئے محنت کررہا ہے، اُس کے لئے دل میں قدردانی کا جذبہ رکھیں، تحقیر کا جذبہ نہ رکھیں؛ ورنہ اپنی ساری یہ محنت اَکارت ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ دل کے حالات سے واقف ہے، ہم سب کو اِس کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بہت ہی شدت کے ساتھ اِس پر نکیر فرمائی، آپؐ نے اِرشاد فرمایا: ”هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ“ (صحيح مسلم / كتاب العلم رقم: ٢٦٧٠) (یعنی غلو کرنے والے، اور اپنے اَقوال واَفعال میں حد سے تجاوز کرنے والے ہلاک اور برباد ہوگئے) آپ علیہ السلام نے یہ جملہ تین مرتبہ اِرشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ حق پر استقامت عطا فرمائیں، ہر طرح کی غلطیوں، گمراہیوں، ذلالت، زلات، خواہشات، شیطانی اثرات اور نفسانی شرور سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

(شائع شدہ ماہنامہ ”ندائے شاہی“ مرادآباد فروری ۲۰۲۳ء)

پانچ باتوں کا اہتمام

○ حضرت اِمام اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین پانچ باتوں کا بہت اہتمام رکھتے تھے:

(۱) لُزُوْمُ الْجَمَاعَةِ (اُمت کے اِجماعی نظریات کا اِلتزام)

(۲) اِتِّبَاعُ السُّنَّةِ (سنت رسول اللہ کی پیروی)

(۳) عِمَارَةُ الْمَسْجِدِ (مسجد کو آباد رکھنا)

(۴) تِلاوَةُ الْقُرْآنِ (قرآنِ کریم کی تلاوت)

(۵) اَلْمُجَاهَدَةُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کے راستے میں ہر طرح کی قربانی پیش کرنا) (حلیۃ الاولیاء ۶/۱۴۲، من اَخبار السلف الصالح ۳۵)

(مذکورہ پانچوں باتیں صراطِ مستقیم پر استقامت اور دین داری کی بقا کے لئے لازم ہیں)